قربانیوں کا فلسفہ

(خطبہ عید الاضحیہ فرمودہ ۸ر اپریل ۱۹۹۸ء بمقام اسلام آباد، ٹلفورڈ، انگلستان)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ کی تلاوت فرمائی:

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۞ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۞

(الحج: ۳۷-۳۸)

اور پھر فرمایا:

ان آیات کا ترجمہ جو حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا ہے وہ اس طرح ہے: اور ہم نے قربانی کے اونٹوں کو بھی قابل عزت بنایا ہے۔ ان میں تمہارے لئے بہت بھلائی ہے۔ پس انہیں صفوں میں کھڑا کر کے ان پر خدا کا نام لو اور جب ان کے پہلو زمین پر لگ جائیں تو ان کے گوشت میں سے خود بھی کھاؤ اور ان کو بھی کھلاؤ جو اپنی غربت پر قانع ہیں اور ان کو بھی کھلاؤ جو اپنی غربت سے پریشان ہیں اسی طرح ہم نے ان جانوروں کو تمہارے فائدے کے لئے بنایا ہے تا کہ تم شکر گزار بنو۔ یاد رکھو کہ ان

قربانیوں کے گوشت اور خون ہرگز اللہ تک نہیں پہنچتے لیکن تمہارے دل کا تقویٰ اللہ تک پہنچتا ہے۔ درحقیقت اس طرح اللہ نے ان قربانیوں کو تمہاری خدمت میں لگا دیا ہے تا کہ تم اللہ کی ہدایت کی وجہ سے اس کی بڑائی بیان کرو اور تو اسلام کے احکام کو (پورا کرو) وَ بَشِّرِ الْمُحْسِنِیْنَ میں رسول اللہ ﷺ مخاطب ہو جاتے ہیں۔ پہلے ساری قوم مخاطب ہے ان معنوں میں کَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ بَشِّرِ الْمُحْسِنِیْنَ یہاں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ سے خطاب ہے کہ تو اے محمد ﷺ اسلام کو پوری طرح ادا کرنے والوں کو خوشخبری دے دے۔ پس اگر چہ یہ سارا خطاب عمومی ہے لیکن چونکہ حج کے مقاصد کو پورا کرنے میں درجۂ کمال رکھنے والے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ ہی ہیں اس لئے آخر پر آپؐ ہی کو مخاطب کر کے باقی سب کو پیغام پہنچانے کے لئے معین فرمایا گیا۔ یہ وہ آیات ہیں جن سے متعلق حج کے اہم پہلو بیان ہیں۔ خصوصاً قربانیوں سے تعلق میں بعض امور ایسے بیان ہوئے ہیں جن کو آپ پر کسی حد تک کھولنا ضروری ہے۔ ہم جو قربانیاں دیتے ہیں ہم میں سے اکثر ان قربانیوں کو پیش کرتے ہوئے یہ بات بھول جاتے ہیں کہ ہر قربانی میں ایک پیغام ہے۔ اور بنیادی پیغام یہ ہے کہ ان قربانیوں کا گوشت اور خون اللہ کو نہیں پہنچے گا۔ تم آپس میں ہی بانٹو گے زیادہ سے زیادہ یہ کہ کسی غریب کو پہنچا کے اس کی خیر حاصل کرو گے، اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرو گے یا اپنے عزیزوں رشتہ داروں میں تقسیم کرو گے اور ایتاء ذی القربی کا مفہوم ایک رنگ میں پورا ہوگا۔ لیکن یہ ساری چیزیں تمہارے اپنے فائدے کی ہیں قربانی دینے والے کا تقویٰ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کو پہنچتا ہے اور اگر یہ قربانیاں تقویٰ سے عاری ہیں۔ تو محض ایک رسم و رواج ہے اس سے زیادہ ان کی کوئی حیثیت نہیں۔

میں نے محسوس کیا ہے کہ اکثر قربانی دینے والے قربانی کی حد تک ہی اپنی توجہ کو منعکس رکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں گویا عید کا معراج یہ ہے کہ اس دن ہم کچھ قربانیاں خدا کے حضور پیش کریں اور فائدہ خود اٹھائیں۔ لیکن قربانی کی روح جو ذبح کرنے والی ہے اس سے دل عاری ہوتے ہیں حالانکہ اس میں ایک پیغام ہے اور وہ پیغام حضرت ابراہیمؑ کی قربانی کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ آپؑ نے اپنے بیٹے کی گردن پر چھری پھیرنے پر جو آمادگی ظاہر فرمائی اور آپ کا بیٹا اور آپ دونوں رضی اللہ عنھما اس قربانی کے لئے پوری طرح تیار ہو گئے اور اپنی گردنیں خدا کے حضور پیش کر دیں۔ یہ اس

قربانی کی یاد ہے اور اگر اس قربانی کی روح ان قربانیوں میں شامل نہ ہو تو اس کا کچھ بھی فائدہ نہیں۔ ایک رسم ورواج، کھانا پینا، کباب بنانے، تکے بنانے اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں رہے گی۔

چنانچہ چند اقتباسات میں نے آپ کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایسے چنے ہیں جو قربانی کی روح کی طرف اشارہ کرنے والے ہیں۔ میں امید رکھتا ہوں کہ ان کو آپ پوری توجہ سے سنیں گے اور آج بھی اور آئندہ بھی قربانی کے وقت جس وقت قربانی کی گردن پر چھری پھیری جارہی ہے اس کو تڑپتا دیکھ کر اور اس کو بے قرار دیکھ کر یہ خیال دل میں لائیں گے کہ آپ کی روح بھی اسی طرح اللہ کے حضور قربان ہونی چاہئے اور جب تک وہ تڑپتی ہوئی ٹھنڈی نہ پڑ جائے یعنی کلیۃً خدا کے حضور اپنی سپردگی پیش نہ کر دے اس وقت تک آپ کی قربانی کی روح قبول نہیں ہوسکتی۔ پھر اس روح کے جو فوائد بنی نوع انسان کو پہنچیں گے وہ گویا ایسے ہی ہیں جیسے گوشت کی تقسیم کرنے سے کچھ ظاہری فوائد بنی نوع انسان کو پہنچتے ہیں۔ مگر روح کا بے قرار ہو کر خدا کے حضور اپنی گردن پیش کرنا اس پر آپ کا چھری پھیرنا اور اپنے نفس کو اس چھری کے نتیجہ میں تڑپتا ہوا دیکھنا اور پھر اس کا ٹھنڈا ہو جانا گویا اس کے کندھے زمین سے لگ گئے، یہ قربانی ہے جو خدا کے حضور روح پیش کرتی ہے اور جب اس کو سکون مل جائے تو اللہ کی رضا کا سکون ہے جو روح کو حاصل ہوتا ہے۔ پھر یہ روح تمام بنی نوع انسان کے فائدے میں کام آئے گی، ہر قسم کے فوائد اس سے بنی نوع انسان کو پہنچیں گے۔ یہ مرکزی نقطہ ہے جسے آپ کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے اور مجھے بھی یاد رکھنا چاہئے مگر اکثر ہم ان باتوں کو جو بنیادی اہمیت کی باتیں ہیں بھول جاتے ہیں۔ سب سے پہلے میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی دو حدیثیں اس ضمن میں بیان کرتا ہوں۔

سنن ابی داؤد کتاب الضحایا میں حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت ہے کہ میں ایک اَضحِیَہ کی عید کے موقع پر آنحضرت ﷺ کے ساتھ عیدگاہ میں موجود تھا جب حضور ﷺ نے خطبہ مکمل کر لیا تو ممبر سے اترے، تب ایک مینڈھا لایا گیا اور حضورؐ نے اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور فرمایا **بسم اللہ اللہ اکبر** اللہ کے نام کے ساتھ اور اللہ سب سے بڑا ہے یہ میری طرف سے اور میری امت کے ان افراد کی طرف سے ہے جنہوں نے قربانی نہیں کی۔ (سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب فی الشاۃ یضحی بھا عن جماعۃ) پس یہ ایک عظیم سنت ہے جسے زندہ رکھنا چاہئے یعنی اپنی قربانی میں امت محمدیہ

کے ان افراد کو بھی شامل کر لیا کریں جنہوں نے قربانی نہیں کی۔ کسی غربت کی وجہ سے یا اور مجبوریوں کے باعث تو اس طرح ساری امت کی طرف سے وہ ایک قربانی جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی قربانی تھی اس میں آپ بھی شامل ہو جائیں گے اور اس زمانے میں امت محمدیہ کے محروموں کی طرف سے آپ گویا رسول اللہ ﷺ کی نمائندگی کرتے ہوئے یہ فریضہ ادا کریں گے۔ چونکہ اکثر لوگوں کو یہ علم نہیں کہ کس طرح حضور اکرم ﷺ نے اپنی امت کی طرف سے قربانی کی ہے اور میں سمجھتا ہوں یہ قربانی آج تک بھی اسی طرح امت کے ان محروموں کو فائدہ پہنچا رہی ہے جن کے دل میں خواہش تو ہوتی ہے مگر قربانی نہیں کر سکتے۔

ایک اور روایت ہے سنن ابی داؤد سے لی گئی ہے۔ حضرت حنشؓ فرماتے ہیں۔ رأیتُ عَلِیًّا اس کا ترجمہ میں بیان کر دیتا ہوں کہ میں نے علیؓ کو دو مینڈھوں کی قربانی کرتے ہوئے دیکھا تو پوچھا کہ کیوں آپ دو مینڈھوں کی قربانی کر رہے ہیں؟ فرمانے لگے مجھے آنحضور ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ میں ان کی طرف سے قربانی دوں۔ (سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب الاضحیہ عن المیت) پس جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے ساری امت کی طرف سے قربانی دی حضرت علیؓ کو نصیحت کی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قربانی دیا کریں۔ پس اس لئے دو مینڈھوں کی قربانی دیا کرتے تھے۔ تو یہ بھی ایک بہت پیاری سنت ہے جسے ہم زندہ کر کے کچھ نہ کچھ اللہ کی رضا حاصل کر سکتے ہیں اور پہلی حدیث کا بہترین جواب بھی یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سب امت کی طرف سے قربانی دی تو سب امت کا فرض ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قربانی دے کر کچھ نہ کچھ خدا کی رضا میں شامل ہو جائے۔ اس رضا میں جو آنحضرت ﷺ پر اتری تھی اور آپؐ کے ہی ہاتھوں سے امت کو بانٹی گئی۔

پس یہ دو نئی باتیں ہیں جو عام طور پر لوگوں کے علم میں نہیں اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ آج میں آپ کے سامنے ان کو کھول دوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عید الاضحیہ کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’درحقیقت اس دن میں بڑا سِر یہ تھا۔‘‘

سِر کا مطلب ہے راز۔

’’درحقیقت اس دن میں بڑا سِر یہ تھا کہ حضرت ابراہیمؑ نے جس

قربانی کا بیج بویا تھا اور مخفی طور پر بویا تھا آنحضرت ﷺ نے اس کے لہلہاتے کھیت دکھائے۔‘‘

یہ جو مخفی طور پر بویا تھا، یہ قابل توجہ بات ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی قربانی کا تذکرہ تو عیسائی کتب میں بھی ملتا ہے، یہودی کتب میں بھی ملتا ہے۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ آپؑ نے اپنے بیٹے کو قربان کرنا چاہا تھا۔ لیکن مخفی طور پر جو بیج بویا گیا ہے وہ ظاہری قربانی کا بیج نہیں تھا بلکہ وہ نفس کی اندرونی قربانی کا بیج تھا جس نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جا کر پھولنا اور پھلنا تھا۔ پس اس لئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ مخفی طور پر بویا گیا تھا۔ دنیا بھول بھی گئی، دنیا کے سامنے صرف ایک ظاہری مینڈھے کی قربانی اور آسمان سے مینڈھے کا اترنا یا جھاڑی میں پھنسے ہوئے مینڈھے کی طرف حضرت ابراہیمؑ کی توجہ کا منعکس ہونا بس اتنی سی باتیں رہ گئی ہیں لیکن وہ بیج جس نے بعد میں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں پنپنا تھا، وہ مخفی بیج آپؑ کے خدا تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کا بیج تھا جو یہ کہہ رہا تھا کہ اے اللہ! اس ایک قربانی پر میری تمنائیں ختم نہیں ہو جاتیں۔ میری تمنائیں تو یہ ہیں کہ وہ رسول ان لوگوں میں سے، اس بچے کی اولاد میں سے برپا فرما جس نے آگے قربانیوں کے باب کھول دینے ہیں۔

پس یہ وہ مخفی بیج ہے جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’آنحضرت ﷺ نے اس کے لہلہاتے کھیت دکھائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے ذبح کرنے میں خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں دریغ نہ کیا۔ اس میں مخفی طور پر یہی اشارہ تھا کہ انسان ہمہ تن خدا کا ہو جائے اور خدا کے حکم کے سامنے اپنی جان، اپنی اولاد، اپنے اقربا و اعزا کا خون بھی خفیف نظر آوے۔‘‘

یعنی اس کی کوئی حیثیت دکھائی نہ دے۔

’’رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جو ہر ایک پاک ہدایت کا کامل نمونہ تھے کیسی قربانی ہوئی! خونوں سے جنگل بھر گئے گویا خون کی ندیاں بہہ نکلیں، باپوں نے اپنے بچوں کو، بیٹوں نے اپنے باپوں کو قتل کیا اور وہ خوش ہوتے تھے کہ اسلام اور خدا کی راہ میں قیمہ قیمہ اور ٹکڑے ٹکڑے بھی کئے جاویں

تو ان کی راحت ہے۔‘‘

اب اس فقرے میں بظاہر ایک خوفناک منظر ہے کہ باپوں نے بیٹوں کو قتل کیا اور بیٹوں نے باپوں کو اور خوش ہوتے تھے۔ یہ خوشی کیا چیز ہے؟ بیٹا باپ کو قتل کرے اور خوش ہو باپ بیٹے کو قتل کرے اور خوش ہو! یہ خوشی بتاتی ہے ان کی قربانی کی انتہا کو، انتہا کی یہ خوشی ان کی قربانی کی انتہا کی نشان دہی کر رہی ہے۔ محض اس لئے خوش تھے کہ اللہ اس بات پر راضی ہے۔ اللہ کی رضا کا تقاضا ہے کہ جہاد کے دوران بیٹا باپ کو قتل کرنا ضروری سمجھے تو باپ کو قتل کرے، باپ بیٹے کو قتل کرنا ضروری سمجھے تو اسے قتل کرے۔ یہ رضا باری تعالیٰ کے سامنے اپنی گردن کا تسلیم کرنا ہے، اپنی گردن کو پیش کرنا ہے ورنہ کبھی بیٹے کی قربانی سے باپ خوش نہیں ہوا کرتا، باپ کی قربانی سے بیٹا خوش نہیں ہوا کرتا مگر جب رضا باری تعالیٰ سب سے فوقیت رکھے، ہر چیز سے اوپر ہو جائے، ہر چیز پر غالب ہو جائے اس وقت رضا کو حاصل کرنے کی خوشی ہے جو ان قربانیوں کے ظاہراً مکروہ ہونے کے باوجود قربانی کرنے والے کو نصیب ہوتی ہے۔ خون بہانا ویسے ہی مکروہ ہے باپ کا خون بہانا اس سے بڑھ کر باپ کا بیٹے کا خون بہانا اسی طرح مکروہ لیکن اگر اللہ چاہے تو اس کی کچھ پرواہ نہیں ۔ یہ وہ خوشی تھی کہ ہم خدا کی رضا پر پورے اترے ہیں جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ ان کو اس سے راحت پہنچتی تھی۔ خوش ہوتے تھے کہ اسلام اور خدا کی راہ میں قیمہ قیمہ اور ٹکڑے ٹکڑے بھی کئے جائیں تو ان کی راحت ہے یا اپنے وجود کو بھی وہ قیمہ قیمہ کروانے پر تیار بیٹھے تھے، پسند کرتے تھے کہ خدا کی راہ میں خود ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں اس لئے ان کی دوسری قربانیاں اس بنا پر محض لِلّٰہ کہلائیں گی بلکہ نفس کی کسی انا کی خواہش کو پورا کرنے والی نہیں تھیں۔

’’مگر آج غور کر کے دیکھو کہ بجز ہنسی اور خوشی اور لہو و لعب کے روحانیت کا کونسا حصہ باقی ہے؟ یہ عیدالاضحیہ پہلی عید سے بڑھ کر ہے اور عام لوگ بھی اس کو بڑی عید تو کہتے ہیں مگر سوچ کر بتلاؤ کہ عید کی وجہ سے کس قدر ہیں جو اپنے تزکیہ نفس اور تصفیۂ قلب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور روحانیت سے حصہ لیتے ہیں اور اس روشنی اور نور کو لینے کی کوشش کرتے ہیں جو اس ضحیٰ میں رکھا گیا ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد ا صفحہ: ۳۲۷)

یہ ایک ایسی تنقید جو ایک عارف باللہ کی حقیقت حال کو پہچانتے ہوئے تنقید ہے اور لفظاً لفظاً اس کا پورا اتر رہا ہے، لفظاً لفظاً اس کا آج کی صورت حال پر اطلاق پا رہا ہے۔ سوچ کر بتلاؤ کہ عید کی وجہ سے کس قدر ہیں جو اپنے تزکیہ نفس اور تزکیہ قلب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں؟ اب یہ عید آ کے گزر جائے گی، قربانیاں ہوں گی، ان کے گوشت کھائے جائیں گے اور تقسیم ہوں گے مگر ہر قربانی کرنے والوں کو یہ غور کرنا چاہئے کہ عید اس کے نتیجہ میں اسے اپنے نفس کو قربان کرنے کی کیا مزید صلاحیت حاصل ہوئی؟ سو فیصد تو بہت کم ہیں جو اپنے نفس کو قربان کر دیتے ہیں مگر قربان کرنے کی پہلے سے بہتر صلاحیت کا ہونا ضروری ہے۔ یہ وہ پہلو ہے جس کو پورے شعور اور بیدار مغزی کے ساتھ دیکھیں اور اپنے نفس کا جائزہ لیں کیونکہ اگر احمدی بیدار مغزی کے ساتھ وہ رسمیں ادا کرے گا جو ابراہیمی رسمیں ہیں تو محض رسمیں نہیں رہیں گی بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ان کا ہمیشہ باقی رہنے والا فائدہ ہمیں پہنچے گا۔

یہ عید الاضحیہ پہلی عید سے بڑھ کر ہے۔ پہلی عید روزوں کی عید تھی، نفس کی جفاکشی کی عید تھی اور نفس کی قربانی کی بھی عید تھی۔ اس کے باوجود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں یہ عید پہلی عیدوں سے بڑھ کر ہے۔ یہ کیوں بڑھ کر ہے؟ فرماتے ہیں:

''اس روشنی اور نور کو لینے کی کوشش کرتے ہیں جو اس ضحیٰ میں رکھا گیا ہے۔''

عید الاضحیہ کا مضمون ضحی کے مضمون پر بھی روشنی ڈال رہا ہے۔ ضحی کہتے ہیں جب سورج چڑھ جائے اور اونچا ہو جائے اور اس کی روشنی ہر اندھیرے کو دور کر دے۔ تو پہلی عید نے جس قربانی کے لئے نفس کو تیار کیا تھا یہ عید گویا اس تیاری کا آخری نقطہ ہے اور ثابت کر رہی ہے کہ مومنوں نے پہلی عید کے وقت واقعۃً اپنے نفس کو خدا کے حضور پیش کیا تھا اور آج وہ اس سے فائدہ اٹھانے کے اہل ہو چکے ہیں۔ تو ضحی کا مطلب ہے ایسا وقت جیسا اب ہے۔ روشنی ہر طرف مکمل طور پر پھیل جاتی ہے، کوئی بھی اندھیرا کونا باقی نہیں رہتا جو نظر سے چھپ جائے۔

تو وہ لوگ جو اپنے نفس کو قربان کرتے ہیں ان کو خدا وہ روشنی عطا فرماتا ہے جس روشنی سے وہ اپنے نفس کے کونے کونے کو ٹٹولتے اور دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ نفس نور سے پوری طرح بھر چکا ہے۔

’’عید رمضان اصل میں ایک مجاہدہ ہے۔‘‘

یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ ہیں:

’’عید رمضان اصل میں ایک مجاہدہ ہے اور ذاتی مجاہدہ ہے اور اس کا نام بذل الروح ہے۔‘‘

بذل الروح کا مطلب ہے روح کو خدا کے لئے خرچ کرنا۔ انسان اپنی روح کو کثرت سے خدا کے لئے خرچ کرتا ہے۔

’’مگر یہ عید جس کو بڑی عید کہتے ہیں ایک عظیم الشان حقیقت اپنے اندر رکھتی ہے اور جس پر افسوس کہ توجہ نہیں کی گئی۔ خدا تعالیٰ نے جس کے رحم کا ظہور کئی طرح پر ہوتا ہے امت محمدیہ ﷺ پر ایک یہ بڑا بھاری رحم کیا ہے کہ اور امتوں میں جس قدر باتیں پوست اور قشر کے رنگ میں تھیں ان کی حقیقت اس امت مرحومہ نے دکھلائی ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد ۱ صفحہ: ۳۲۷)

یعنی پہلی امتیں تو محض رسم و رواج کا شکار ہوگئیں تھیں اور اس امت میں قربانی سے جس روح کو منظر عام پر لایا گیا ہے وہ محض ظاہری رسم و رواج نہیں بلکہ قربانی کی حقیقت یعنی روح کا قربان کرنا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ پھر فرماتے ہیں:

’’خدا تعالیٰ نے شریعت اسلام میں بہت سے ضروری احکام کے لئے نمونے قائم کئے ہیں چنانچہ انسان کو یہ حکم ہے کہ وہ اپنی تمام قوتوں کے ساتھ اور اپنے تمام وجود کے ساتھ خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان ہو۔ پس ظاہری قربانیاں اسی حالت کے لئے نمونہ ٹھہرائی گئی ہیں لیکن اصل غرض یہی قربانی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَنۡ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوۡمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنۡ یَّنَالُهُ التَّقۡوٰى مِنۡكُمۡ ؕ یعنی خدا کو تمہاری قربانیوں کا گوشت نہیں پہنچتا اور نہ خون پہنچتا ہے مگر تمہاری تقویٰ اس کو پہنچتی ہے یعنی اس سے اتنا ڈرو کہ گویا اس کی راہ میں مر ہی جاؤ اور جیسے تم اپنے ہاتھ سے قربانیاں ذبح کرتے ہو اسی طرح تم بھی خدا کی راہ میں ذبح ہو جاؤ۔ جب کوئی تقویٰ اس درجہ سے کم

ہے تو ابھی وہ ناقص ہے۔‘‘(چشمۂ معرفت روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ:۹۹ حاشیہ)

یہ آخری فقرے نے بہت سے ایسے احمدیوں کے لئے راہ آسان کر دی ہے جو پہلے بیان سے ڈر جائیں گے کیونکہ پہلے بیان پر پورا اترنے والے شاذ شاذ لوگ دکھائی دیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک انتہائی صورت پیش کر کے کمزوروں کی راہ نمائی کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ لازم نہیں کہ تم اس اعلیٰ مقام پر فائز ہو تو صرف اسی صورت میں کامیاب ہو سکتے ہو۔ اس اعلیٰ مقام پر فائز ہونے سے پہلے بہت سے درجے ہیں اور تم اگر ان ادنیٰ درجوں کو بھی پورا کرنے کی کوشش کرو گے تو اللہ کے حضور مقبول ہو سکتے ہو۔ یہ خوشخبری جو بعض لوگوں کو خوف سے بچانے کے لئے ضروری تھی اور خدا کے خوف کرنے کی عادت کو بڑھانے کے لئے ضروری تھی۔ یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس آخری فقرے میں دے رہے ہیں۔ جب کوئی تقویٰ اس درجہ سے کم ہے تو ابھی وہ ناقص ہے مگر اس کی حالت کا نام تقویٰ ہی رکھا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ وہ تقویٰ سے عاری ہے۔ یہ امر ہے جو خاص طور پر قابل توجہ ہے۔ ہے تقویٰ ہی لیکن تقویٰ بڑھتا جاتا ہے اور ہر سالک کا تقویٰ دوسرے سے مختلف ہوتا ہے اور ہر تقویٰ کی راہ پر قدم مارنے والے کا تقویٰ اپنے پہلے تقویٰ سے مختلف ہوتا ہے اور پہلے تقویٰ سے آگے بڑھتا ہے۔ پس یہ وہ سلسلہ ہے جس کے نتیجہ میں ابتدائی اور ادنیٰ تقویٰ کی حالت کا نام بھی تقویٰ ہی رکھا گیا ہے۔

پس ہماری حالتیں اگر تقویٰ سے عاری نہیں ہیں، اگر قربانیاں پیش کرتے ہوئے خدا کا خوف کچھ نہ کچھ ہمارے ذہن میں تھا اور ذہن اس طرف منتقل ہوا تھا کہ اللہ کے خوف کی خاطر یا اس کی رضا حاصل نہ کرنے کے خوف کی خاطر ہم قربانیاں پیش کر رہے ہیں تو یہ بھی ایک مقبول حالت ہے۔ میں امید رکھتا ہوں اس سے احمدیوں کو حوصلہ ملے گا اور اس مشکل راہ پر قدم آگے بڑھانے کی توفیق ملے گی۔ حضرت مسیح موعودؑ مزید فرماتے ہیں:

> ’’ہم صرف ایک قربانی کے محتاج ہیں جو اپنے نفس کی قربانی ہے جس کی ضرورت کو ہماری فطرت محسوس کر رہی ہے۔ ایسی قربانی کا دوسرے لفظوں میں نام اسلام ہے۔ اسلام کے معنی ہیں ذبح ہونے کے لئے گردن آگے رکھ دینا۔‘‘

حضرت ابراہیمؑ کا اسلام یہی اسلام تھا جیسے اس واقعہ میں بیان فرمایا گیا۔اس کی روح یہ ہے اس اسلام کی کہ ذبح ہونے کے لئے گردن آگے رکھ دینا۔ پس درحقیقت اس واقعہ میں صرف اسماعیلؑ کی گردن آگے نہیں رکھی گئی تھی ،اس سے بڑھ کر ابراہیم علیہ السلام کی گردن تھی جو خدا کے حضور پیش ہوئی ورنہ دوسری گردن کے پیش ہونے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔تو یہ مضمون ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کھولتے ہیں:

''قربانی کا دوسرے لفظوں میں نام اسلام ہے۔اسلام کے معنی ہیں ذبح ہونے کے لئے گردن آگے رکھ دینا یعنی کامل رضا کے ساتھ اپنی روح کو خدا کے آستانے پر رکھ دینا۔ یہ پیارا نام تمام شریعت کی روح اور تمام احکام کی جان ہے۔ذبح ہونے کے لئے اپنی دلی خوشی اور رضا سے گردن آگے رکھ دینا کامل محبت اور کامل عشق کو چاہتا ہے اور کامل محبت کامل معرفت کو چاہتی ہے۔''

اب یہ جو سلسلے ہیں ایک منزل سے دوسری منزل کی طرف منتقل ہونا یہ ایک عارف باللہ کا کلام ہے جو اس کے بغیر کسی اور کو نصیب نہیں ہو سکتا۔ پہلی بات اپنی گردن کو آگے رکھ دینا کامل محبت اور کامل عشق کو چاہتا ہے۔ یہ تو سادہ عام فہم بات ہے۔ ہر انسان اپنے تجربہ سے جانتا ہے کہ عشاق کی تو دنیا ہی اور ہوتی ہے،ان کو اپنے محبوب کی راہ میں قتل ہونا زیادہ عزیز ہوتا ہے بہ نسبت اس کے کہ محبوب کی گلیوں سے دور رہیں اور قتل کا خطرہ نہ رہے۔ وہ تو آگے بڑھ بڑھ کر پیش کرتے ہیں، راہ رووں کی ٹھوکروں کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ جیسے بھی ہو ہم اپنے محبوب کے ہاتھوں قتل ہوں۔ یہ بات شاعروں کے کلام میں ملتی ہے واقعۃً وہ قتل ہونے کے وقت بھی وہیں رہیں گے یا دوڑ جائیں گے، یہ ایک الگ قصہ ہے لیکن روح کی آواز وہ سچی بیان کرتے ہیں۔ جب عشق میں مبتلا ہوتے ہیں تو دل یہی چاہتا ہے۔حضرت مسیح موعودؑ نے اس مرکزی نکتہ کو بیان فرمایا کہ

''گردن آگے رکھ دینا کامل محبت اور کامل عشق کو چاہتا ہے اور کامل محبت کامل معرفت کو چاہتی ہے''

اب دنیا کے عشق میں تو شاعر کی معرفت یا عاشق کی معرفت اسے یہ بتاتی ہے کہ میرا محبوب بہت پیارا ہے لیکن کامل نہیں ہوتی اس لئے اس معرفت کا نام اصل میں معرفت رکھنا ہی غلط ہے کیونکہ

وہ کامل نہیں ہوتی، عارضی ہوتی ہے، کچھ دن کے بعد بوسیدہ ہو جاتی ہے۔ اگر محبوب کو پائے تب بھی اگر نہ پائے تب بھی وہ رفتہ رفتہ بوسیدہ ہو کر مٹ جاتی ہے۔ لیکن اللہ کی محبت چونکہ کامل معرفت سے حاصل ہوتی ہے اس کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے عرفان کے ہر پہلو پر نظر ہو اور یقین ہو جائے کہ اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے اور ہر حسن اسی سے پھوٹتا ہے، ہر کمال کا وہی منبع اور مرجع ہے۔ یہ یقین ہو جائے تو پھر اس سے عشق ہونا ایک طبعی امر ہے۔

پس اسلام کا لفظ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حقیقی قربانی کے لئے کامل معرفت اور کامل محبت کی ضرورت ہے۔ یہ جتنی کم ہوگی اتنا ہی ہماری قربانیاں ناقص ہوتی چلی جائیں گی۔ یہ بات تو بالکل اب کھل چکی ہے، اب آگے دیکھیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام مزید کیا فرماتے ہیں؟

”اسی کی طرف خدا تعالیٰ قرآن شریف میں اشارہ فرماتا ہے
لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ یعنی تمہاری (قربانیوں) کے نہ تو گوشت میرے تک پہنچ سکتے ہیں اور نہ خون بلکہ صرف یہ قربانی میرے تک پہنچتی ہے کہ تم مجھ سے ڈرو اور میرے لئے تقویٰ اختیار کرو۔“ (لیکچر لاہور روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۵۱، ۱۵۲)

پس قربانی کو تڑپتے ہوئے دیکھنے سے جو ایک قسم کا خوف دل پر طاری ہوتا ہے اس خوف کو خدا تعالیٰ کے خوف میں تبدیل کرنا یہ ضروری ہے اور جب یہ کریں گے تو پھر اللہ تعالیٰ کی حقیقی معرفت آپ کو نصیب ہوگی اور ہر شخص اپنی قربانیوں کو تڑپتا ہوا دیکھ کر گھبراتا ضرور ہے، بعض بچے تو اس سے بے ہوش بھی ہو جاتے ہیں۔ مگر کتنے ہیں جن کا خیال اللہ کی طرف جاتا ہے اگر اللہ کی طرف جائے گا تو تقویٰ کے کمال کے سامان پیدا ہوں گے اور یہ خیال آئے گا کہ ہم کس طرح اپنی روح کو تڑپتا ہوا خدا کے حضور پیش کر سکتے ہیں؟ جب تک اس سے محبت نہ ہو اور محبت حاصل کرنے کی مزید راہیں انسان کو دکھائی دیتی ہیں اور تمام اہل عرفان کا یہ تجربہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ کی محبت کی تمنا دل میں پیدا ہو تو پھر اللہ تعالیٰ خود اس محبت کی راہیں دکھاتا ہے اور ان راہوں کو آسان کر دیتا ہے۔

پس اس دعا کے ساتھ اپنی قربانیاں پیش کریں کہ ہمیشہ کی طرح یہ قربانیاں رائیگاں نہ جائیں یعنی ہماری توجہ اپنی ذات تک ہی محدود نہ رہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف یہ توجہ مبذول ہو۔ آخر

پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ اقتباس میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں:

''مسلمان وہ ہے جس نے اپنا منہ ذبح ہونے کے لئے خدا تعالیٰ کے آگے رکھ دیا ہو۔''

اب گردن کی بجائے منہ لفظ استعمال فرمایا ہے۔ جس نے اپنا منہ ذبح ہونے کے لئے خدا تعالیٰ کے آگے رکھ دیا ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے، جان رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے اور اس حالت میں خدا کے حضور اپنی سپردگی کا یہ ایک دردناک منظر پیش کرتا ہے کہ اے اللہ! میں تیرے سامنے لیٹا ہوں میں تجھے چاہتا ہوں اور اپنی گردن کو چھری کے لئے حاضر کر رہا ہوں۔ منہ رکھنا گردن رکھنے سے ایک زیادہ معنی رکھتا ہے۔ حضرت اسماعیل کو حضرت ابراہیمؑ نے الٹا لٹایا تھا مگر اپنا منہ خدا کے سامنے تھا اور آپؑ کے دل کی قربانی خدا اس طرح دیکھ رہا تھا کہ جس طرح وہ حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے کی قربانی کو دیکھ رہے تھے اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام گردن کی بجائے منہ کا لفظ استعمال فرماتے ہیں۔

''اور اپنے نفس کی اونٹنی کو اس کے لئے قربان کر دیا ہو۔''

اور جہاں نفس کی اونٹنی کا تعلق ہے اس کے لئے فرمایا اسے پیشانی کے بل گرا دیا ہو۔ تو دو چیزیں ہیں ایک ابراہیمؑ اور ایک اسماعیلؑ ابرہیمؑ اپنا منہ خدا کی طرف اٹھائے ہوئے ہیں اور اسماعیلؑ کو اوندھے منہ گرایا ہوا ہے تا کہ وہ اس کی تکلیف کم ہو اسی لئے قربانی کو حضرت مسیح موعودؑ اسماعیل کی قربانی سے تشبیہ دیتے ہیں اور قربانی کرنے والے کو حضرت ابراہیمؑ کی قربانی سے تشبیہ دیتے ہیں۔

''اس کے لئے قربان کر دیا ہو اور ذبح کے لئے پیشانی کے بل اس کو گرا دیا ہو اور موت سے یک دم غافل نہ ہو۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ ذبیحہ اور قربانیاں جو اسلام میں مروج ہیں وہ سب اسی مقصود کے لئے جو بذل نفس ہے بطور یاددہانی ہیں اور اس مقام کے حاصل کرنے کے لئے ایک ترغیب ہے اور اس حقیقت کے لئے جو سلوک تام کے بعد حاصل ہوتی ہے ایک ارہاص ہے۔''

یعنی عارف باللہ کا دل جس حقیقت کو پاتا ہے وہ سلوک کی ساری منزلیں، خدا تعالیٰ کی طرف بڑھنے کی ساری منزلیں طے کرنے کے بعد عارف باللہ کو نصیب ہوتا ہے۔ اور ایک ارہاص

ہے گویا وہ ایک ذریعہ ہے سواری جیسی جس کے ذریعے وہ آگے بڑھتا ہے۔

''پس ہر ایک مرد مومن اور عورت مومنہ پر جو خدائے ودود کی رضا کی طالب ہے واجب ہے کہ اس حقیقت کو سمجھے اور اس کو اپنے مقصود کا عین قرار دے اور اس حقیقت کو اپنے نفس کے اندر داخل کرے یہاں تک کہ وہ حقیقت ہر ذرہ وجود میں داخل ہو جائے اور راحت و آرام اختیار نہ کرے جب تک کہ اس قربانی کو اپنے رب معبود کے لئے ادا نہ کرے۔ اور جاہلوں اور نادانوں کی طرح صرف نمونہ اور پوست بے مغز پر قناعت نہ کر بیٹھے بلکہ چاہئے کہ اپنی قربانی کی حقیقت کو بجالاوے اور اپنی ساری عقل کے ساتھ اور اپنی پرہیزگاری کی روح سے قربانی کی روح کو ادا کرے۔ یہ وہ درجہ ہے جس پر سالکوں کا سلوک انتہا پذیر ہوتا ہے۔'' (خطبۂ الہامیہ روحانی خزائن جلد ۱۶ صفحہ: ۳۵۔۳۷)

یہ عبارت خطبۂ الہامیہ سے لی گئی ہے اور اس لئے عبارت بہت باریک ہے۔ خطبۂ الہامیہ بہت ہی لطیف اور بہت گہرا خطبہ ہے اس لئے اس خطبہ کی بہت سی عبارتیں میں نے چھوڑ دی ہیں کیونکہ وہ اگر ساری عبارتیں قربانی کے فلسفہ سے متعلق میں بیان کرتا تو ان میں سے ایک ہی عبارت کی تفسیر بیان کرتے کرتے سارا وقت ختم ہو جاتا تھا اور بعض دفعہ ان عبارتوں کو پڑھ کر دل ڈر جاتا ہے کہ ہم سے تو بہت اونچے مقامات ہیں جو بیان کئے جا رہے ہیں مگر ایک بات کو انسان کو نہیں بھولنا چاہئے اور وہ آخری بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہر قسم کے مومن کے لئے راہ کو آسان فرما دیا ہے یہ فرما کر کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **انا عند ظن عبدی بی** (مسند احمد کتب مسند المکثرین باب باقی مسند السابق حدیث نمبر 8715) کہ میرا بندہ تو مجھے نہیں پہنچ سکتا یہ تمام مدارج حاصل نہیں کر سکتا، اس میں طاقت ہی نہیں ہے کہ میرے قرب کا ایک بھی درجہ حاصل کر سکے۔ مگر میں اس تک آ تو سکتا ہوں، میں اس کے دل میں جاگزیں ہو سکتا ہوں اس لئے وہ صرف اپنے دل میں کوئی جگہ میرے لئے بنا دے، محبت اور عشق کی کوئی جگہ صاف کرے، میں اس میں اتروں گا اور جب میں اتروں گا تو اس کی ساری راہیں آسان کر دوں گا۔

یہ مضمون جو ہے اسی مضمون کی تشریح میں حضرت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو بندہ

مجھے چاہتا ہے میں خود اس کے قریب ہوتا ہوں۔ اگر ایک بالشت آگے بڑھتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کی طرف آگے بڑھتا ہوں، وہ چلتا ہوا آتا ہے تو میں دوڑتا ہوا اس کی طرف آتا ہوں۔ پس ہم سب کے لئے اس میں خوشخبری ہے۔

جتنی باتیں میں نے بیان کی تھیں وہ بہت مشکل اور ڈرانے والی باتیں دکھائی دیتی ہیں مگر حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے یہ ارشادات ان باتوں کو بالکل آسان کر دیتے ہیں۔ صرف دل کے اندر جو تمنا کا مرکز ہے اس کا کوئی پہلو، کوئی حصہ اپنے رب کے لئے پاک کر لو اور تمہاری تمنا میں سچائی ہو وہ خالصۃً اللہ کے لئے ہو جائے تو پھر دیکھنا کہ خدا خود اس میں نزول فرمائے گا اور جب خدا نزول فرمائے گا تو آپ کے سلوک کی ساری راہیں آسان سے آسان تر کرتا چلا جائے گا اور بہت تیزی کے ساتھ آپ خدا کی طرف سفر کریں گے جو سفر اس سے پہلے بظاہر ناممکن دکھائی دیتا تھا۔

پس میں امید رکھتا ہوں کہ یہ عید قربان ہمارے لئے بہت سی خوشیوں اور قرب الٰہی کا موجب بنے گی۔ اب اس کے بعد میں آخر پر آپ سب کو یاد دلاتا ہوں کہ اپنے غریب بھائیوں اور کمزوروں اور بیچاروں کو اپنی قربانی میں ضرور یاد رکھیں اپنے عزیز و اقربا کے لئے اپنے لئے بھی ۱/۳ حصہ بے شک رکھیں اور خرچ کریں مگر کچھ حصہ جماعت کے سپرد کریں کہ وہ غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کرا سکے اور کچھ حصہ خود اپنے تعلق رکھنے والے یا اپنے سے نہ تعلق رکھنے والے ان غریبوں میں تقسیم کریں جن پر آپ کی نظر پڑے۔ اگر ان کی نظر غریبوں کو تلاش کر کے ان کی کمزوریوں پر ان کو دور کرنے کی خاطر پڑے یعنی ان کی مالی کمزوریوں کو دور کرنے کے لئے، ان کی بے چارگیوں کو دور کرنے کے لئے ان پر پڑے گی تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اللہ کی نظر آپ پر پڑے گی اور آپ کی کمزوریوں کو خدا دور فرمائے گا۔ پس بہت بڑا سودا ہے۔ غریبوں کو تلاش کرنا اور تلاش کر کے ان تک پہنچنا اس بات کو دعوت دیتا ہے کہ اللہ آپ کو تلاش کرے اور آپ تک پہنچے اور ایسا ضرور ہوگا۔ پس اس تلقین کے ساتھ میں اس خطبہ عید کو ختم کرتا ہوں۔ اب میں دعا سے پہلے خطبہ مسنونہ پڑھوں گا اور اس کے بعد پھر آپ لوگوں کو پھیل کر جو اس کے رسمی پہلو ہیں وہ ادا کرنے ہیں۔ رسمی پہلو یعنی گوشت جو بھی قربانی کا ہے جب وہ آپ استعمال کریں گے تو اگر پہلے نہیں سوچا تھا تو اس گوشت کو کھاتے وقت یہ ضرور سوچیں کہ یہ سب کچھ اللہ کی رضا کی خاطر ابراہیمی قربانیوں کو زندہ کرنے کا ایک نمونہ ہے۔ اس

وقت اس گوشت کا مزہ اٹھاتے وقت محض مادی مزہ نہیں رہے گا بلکہ ایک روحانی مزہ بھی آپ کے شامل حال ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

خطبہ ثانیہ اور دعا کے بعد حضور نے فرمایا:

اس عید پر ایک بہت بڑی خوش خبری آپ کو دینی تھی جو ذہن سے نکل گئی لیکن دعا کے وقت اللہ تعالیٰ نے یاد کروادی ہے۔ وہ کتاب (Revelation, Rationality, Knowledge and Truth) جس کا میں بار ہا ذکر کر چکا ہوں، جس کو لکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سے ایسے گوشے دکھائے گئے جو کتاب کے شروع کے وقت میرے ذہن میں نہیں تھے اور جس کی تکمیل خدا تعالیٰ کے فضل سے آج عید کے دن پوری ہو چکی ہے ہر لحاظ سے۔ اگر چہ کتاب کی تکمیل پہلے بھی تھی لیکن اس کے انڈیکس تیار ہونے سے اس کے بہت سے چھوٹے چھوٹے گوشے، نوک پلک درست ہونے والی باقی تھی اور چونکہ مضمون بہت وسیع اور گہرا ہے اس لئے عام کتابوں کی نسبت اس پر بہت زیادہ محنت کرنی پڑی ہے۔ یہ خوش خبری میں آپ کو دے رہا ہوں کہ یہ کتاب انشاء اللہ آئندہ صدی کے لئے نہیں بلکہ آنے والی صدیوں کے لئے بھی دہریت کا سر توڑنے میں ایک نمایاں کردار ادا کرے گی اور اس کا ہر باب اللہ تعالیٰ کے فضل سے قرآن کی سچائی کا ایک زندہ ثبوت ہے اور دہریت کے سر پر ایک زبردست کاری ضرب لگاتا ہے۔

یہ تجربہ میں مختلف آنے والے دانشوروں کی مجالس میں کر چکا ہوں اس لئے کامل یقین کے ساتھ آپ کو مطلع کر رہا ہوں۔ ایسے بڑے بڑے دانشور جو دہریت کو اپنائے ہوئے تھے بلکہ اس پر فخر کرتے تھے جو سمجھتے تھے کہ دہریت ہی میں ساری انسانیت کے لئے ایک پیغام ہے، ایک ہی مجلس میں جب اس کتاب کے ایک یا دو ابواب کا میں نے ان سے ذکر کیا تو وہیں انہوں نے گردن جھکا دی اور تسلیم کیا کہ ان دلائل کا کسی دہریئے کے پاس کوئی جواب نہیں۔ پس چونکہ میں تجربہ میں لا چکا ہوں اس بات کو اس لئے میں کامل یقین رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ اس کا ہر باب دہریت کی کمر توڑنے والا اور سر جھکانے والا ہوگا یا سر توڑنے والا بھی ہوگا اور کمر توڑنے والا بھی ہوگا۔ آپ غور سے اس کو پڑھیں اور اپنے عزیزوں میں اس کو تقسیم کریں وہ عزیزوں میں نہیں بلکہ دنیا بھر کے دانشوروں میں اس کو تقسیم کریں اور یقین رکھیں کہ اللہ کی تائید سے لکھی گئی ہے اور اللہ کی تائید مسلسل شامل حال رہی ہے۔ آخری لمحے تک جو کمزوریاں، چھوٹے چھوٹے نکات سامنے آنے چاہئیں تھے وہ اللہ تعالیٰ دکھاتا

رہا ہے۔ پس اس آخری محنت میں یہاں منیر الدین صاحب شمس کی قیادت میں ان کی دو بیٹیاں اور ایک چینی صاحب کی بیٹی جنہوں نے آج ساری رات محنت کی اور آج صبح مجھے یہ پیغام دیا ہے کہ بالکل ہماری طرف سے یہ اب مکمل طور پر تیار ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ ہمارے لئے مبارک فرمائے۔ یہ عید کے خطبہ کا حصہ ہونا تھا مگر ذہن سے اتر گیا۔ اب بھی اس کو حصہ ہی سمجھیں کیونکہ دعا کے دوران اللہ تعالیٰ نے مجھے یاد دلایا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو مبارک فرمائے۔ (آمین)

اس کے بعد حضور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر تشریف لے گئے۔